

نقطہ نظر

منیر سامی

پاکستانی جمہوریت یا ایک دیومالائی اسطورہ

پاکستان میں جمہوری جدوجہد کا مشاہدہ کرتے ہوئے ہمیں دیومالائی کئی کہانیاں یاد آتی ہیں۔ کہانی پر یہ بھی یاد آتا ہے کہ بچپن میں پڑھی یا سنی جانے والی کہانیاں، ’’ایک تھا بادشاہ، ہمارے خدا بادشاہ‘‘ سے شروع ہوتی تھی۔ دیومالائی کہانیاں بھی خدا بلکہ خداؤں کی کہانیوں پر مبنی ہوتی ہیں۔ جن قوموں کی قسمت میں خدا لکھ دیئے گئے ہوں انہیں دیومالائیں بدلتے بدلتے صدیاں گزر جاتی ہیں۔ اگر نصیب اچھے ہوں تو کیا کہنا، ورنہ قومیں جہنم رسید ہو جاتی ہیں۔

اب آپ کو کچھ کہانیاں یاد دلاتے ہیں، اور ایک کھیل کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ رومی اور یونانی دیومالائی میں ایک اہم کردار کا نام ’ہرکیولیس‘ ہے۔ اس کے خدا اس کے کردہ اور ناکردہ گناہوں سے ناراض ہو گئے تھے اور انہوں نے سزا کے طور پر اس پر بارہ عقوبتیں نازل کر دی تھیں۔ ہرکیولیس کے گناہوں میں ایک گناہ یہ بھی تھا کہ اس نے ایک اور خدا کے بہکانے پر اپنے چھ بچوں کو قتل کر دیا تھا۔ اس پر لازم کیا گیا تھا کہ جب تک وہ ان عقوبتوں کو پورا نہیں کرے گا اس کے گناہ معاف نہیں کیئے جائیں گے۔ ان عقوبتوں میں ایک کام یہ بھی تھا کہ وہ خداؤں کے گھوڑوں کے اصطبل کو دھو کر صاف کرے۔ کہانی کے مطابق اس اصطبل میں تیس سال سے بھی زیادہ کی لید موجود تھی۔ گھوڑے بھی خداؤں کے گھوڑے تھے، اس لیے انہیں بے پناہ لید خارج کرنے میں ایک روحانی ملکہ حاصل تھا۔ ہرکیولیس بھی کمال کا ہیرو تھا۔ وہ خود بھی خداؤں ہی کی اولاد تھا، سو وہ جانتا تھا کہ سینکڑوں سال کے بعد غالب نامی ایک استاد شاعر شاید اس کی شان میں یہ مصرع کہیں گے۔ ’’مشکلیں اتنی پڑی مجھ پہ کہ آساں ہو گئیں۔ چونکہ ہرکیولیس اپنے گناہوں پر نادم بھی تھا اور اس میں عذابوں کو چھیلنے کی بے پناہ قوت بھی تھی اور وہ بے پناہ طاقت ور بھی تھا، سو وہ ان صعوبتوں سے گزرا اور کامیابی حاصل کی اور اب اس کا نام تازمانہ یاد کیا جائے گا۔ وہ لوگ کہ جو نہ پدی ہیں نہ پدی کا شور بہا کثر سید نہ پھلا کر ہرکیولیس بننے کی کوشش کرتے ہیں لیکن پھر کسی غبارے کی طرح پھٹ جاتے ہیں۔

دوسری کہانی ’’سسی فس‘‘ کی ہے، یہ ہرکیولیس کی طرح کا ہیرو نہیں تھا بلکہ اپنے وقت کا چالاک اور عیار رقیب تھا۔ وہ اپنے شہریوں کو، مسافروں کو، حتیٰ کہ مہمانوں تک قتل کر کے خوش ہوتا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ اس کی رعایا اس کی قتل و غارت گری کے خوف سے سر جھکائے اس کی تابعدار بن کر اس کے سامنے سجدے میں پڑی رہے گی۔ اس زمانے کے ایک خدا نے جس کا نام ’زیوس‘ تھا، رعایا کو سسی فس کے ظلم سے بچانے کے لیے ایک چٹان سے بندھوا دیا، اور اپنے ایک نائب خدا، ’تھنٹاؤس‘ کو جو موت کا خدا تھا حکم دیا کہ سسی فس کی جان نکال لی جائے۔ سسی فس بھی ایک کایاں رقیب تھا اس نے دھوکے سے موت کے خدا کو زنجیر میں جکڑ دیا اور فرار ہو گیا۔ بعد میں اس کو ایک اور سزا دی گئی جس میں اس پر لازم کیا گیا تھا کہ وہ ایک بھاری چٹان کو ایک ڈھلوان پہاڑی پر نیچے سے دھکا دیتے ہوئے اوپر پہنچا دے۔ اس نے یہ کام شروع کیا، وہ جب بھی اس چٹان کو پہاڑی کی چوٹی تک لے جاتا تھا، چٹان خداؤں کے حکم پر لڑھک کر نیچے آ جاتی تھی اور سسی فس اسے پھر سے اوپر لے جانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سسی فس آج بھی اسی کبھی نہ ختم ہونے والی مشقت میں مبتلا ہے جو شاید اس قیامت تک بھی ختم نہ ہو جس پر ہم یقین رکھتے ہیں۔ سسی فس کی کہانی والے خداؤں کے ہاں قیامت کا کوئی تصور نہیں ہے۔

شاید آپ بچپن میں سانپ سیڑھی کا کھیل کھیلتے ہوں۔ جو اب بھی کھیلا جاتا ہے۔ اس کھیل میں پانسا پھینکنے پر اگر آپ ایک سیڑھی کے نیچے پہنچے تو جھٹ اوپر چڑھ جاتے ہیں۔ اور قسمت کی مدد سے کئی سیڑھیاں چڑھ کر یوں بھی ہوتا ہے کہ پانسے کا نمبر آپ کو کسی اژدہ کے کھلمنہ تک پہنچا دیتا ہے۔ پھر وہ اژدہ آپ کو نگل کر اپنی دم تک بھیج دیتا ہو جو سیڑھیوں سے کہیں نیچے ہوتی ہے۔ یوں آپ دوبارہ سیڑھیاں چڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ اژدہ کے پیٹ سے نکل بھاگنے میں کوئی جنتر منتر کام آتا ہے اور نہ کوئی آیت کریمہ۔ وہ تو حضرت یونس تھے کہ جب انہیں بڑی مچھلی نے نگل لیا تھا، وہ آیت کریمہ پڑھتے ہوئے خدا کی مہربانی سے زندہ سلامت واپس آ گئے تھے۔ سانپ سیڑھی کے کھیل میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ آپ سسی فس کی طرح ایک کبھی نہ ختم ہونے والی سزا کے کردار بننے نظر آتے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ اب سے کئی سو سال بار ایک نئی دیومالائی منظر عام پر آئے گی جس میں پاکستانی جمہوریت کی کہانی بھی شامل ہوگی۔ کیونکہ ہر دیومالائی کا تعلق اس سے پہلے کی دیو

مالا سے ہوتا ہے تو سو آپ اوپر لکھی گئی کسی کہانی کو بھی اس دیو مالا پر منطبق کر سکتے ہیں۔ جیسے چاہے لکھ سکتے ہیں۔

پاکستانی جمہوریت کی دیو مالا میں بھی آپ کو کئی زمینی خدا نظر آئیں گے، جو اپنے بچوں کو قتل کر کے خوش ہوتے ہیں، جو رعایا کو تاحیات بھاری پتھر ڈھونے میں مبتلا رکھتے ہیں۔ جنہوں نے ہزاروں اصطبل لیدوں سے بھر رکھے ہیں۔ ان کی رعایا مر کر بھی پیدا ہوتی رہی تو بھی ہر کیولیس کی طرح ان اصطبلوں کو کسی دریا کا رخ موڑ کر بھی نہیں دھوسکتی۔ ہر کہانی کی طرح ہماری کہانی میں بھی کئی بادشاہ گزرے ہیں ان بادشاہوں میں ضیا الحق نامی ایک بادشاہ تھا جو خود کو ظل الہی گردانتا تھا، اور پاکستان کے نظام میں خدا کو زبردستی شامل کرتا تھا۔ اس نے پاکستانی عوام کو ان کے ناکردہ گناہوں کی سزا دینے کے لیے پاکستانی نظام حکومت میں احکامات خداوندی ٹھونسنے کی کوشش کی۔ جاتے جاتے وہ پاکستانی آئین میں ایسی شقیں شامل کر گیا جن کے تحت پاکستان کی پارلیمنٹ کے امیدواروں کو کبیرہ گناہوں سے پاک ہونا لازم کیا گیا۔ اور یہ حکم بھی لگائے گئے کہ ہر مسلم امیدوار اسلامی احکامات کے امتحان میں کامیاب ہو کر ہی منتخب ہو سکتا ہے۔ یہ احکامات ایسے ہیں کہ کوئی بھی مائی کالا ان میں ترمیم نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب گزشتہ پارلیمنٹ کے اراکین نے ہمت کر کے پاکستان کے آئین کو جسے جنرل ضیا الحق نے مسخ کر دیا تھا، درست کرنے کی کوشش بھی کی تو بھی وہ امیدواروں کی پاکبازی کی شرائط کو تبدیل نہیں کر سکے۔

سو تازہ ترین خبر ہے یہ ہے کہ موجودہ انتخابات میں امیدواروں کی اسلامی معلومات کا امتحان شروع ہو گیا ہے۔ ان سے کبھی نماز کی رکعتوں کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے اور کبھی دیگر شرعی احکامات کے متعلق۔ یہ سوال الیکشن کمیشن کے کارندے کر رہے ہیں۔ پاکستان میں جو فرقہ وارانہ تفرقہ ہے، وہاں مسلکوں کے فرق کی وجہ سے جو کشت و خون ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ الیکشن کمیشن کا کوئی بھی کارندہ اپنے مسلک کے مطابق جواب نہ ملنے پر جس کو چاہے نا اہل قرار دیدے۔ اس کے بعد امیدوار عدالتوں کے دروازے کھٹکھٹاتے ملیں۔ امکان تو یہی ہے کہ آئینی شقوں کی موجودگی میں کوئی بھی عدالت ان کارندوں کی صوابدید کو غلط قرار نہیں دے گی۔

پاکستانی جمہوریت کی کہانی جب اسطورہ میں شامل ہوگی تو یہ بھی لکھا جائے کہ پاکستان کے زمینی خداؤں نے سیاستدانوں کو کبھی بھی تسلیم نہیں کیا۔ وہ ان پر مختلف ادوار میں مختلف طرح سے الزامات لگا کر پابندیاں لگاتے رہے۔ اب اسلامی شقوں کی پابندی ایسی ہے کہ اس کو پورا کرتے کرتے فرشتوں کے بھی پر چلیں گے۔ اور منکر نکیر کے سوالوں سے پہلے ہی پاکستان کہ اہل سیاست براہ راست جہنم رسید ہو جائیں گے۔

پاکستان کے سیاست دانوں نے اپنی غیر ذمہ داری سے، اپنی بد کرداری سے اکثر و بیشتر زمینی خداؤں کا گماشتہ بن کر حکمرانی کے جو طور اپنائے ہیں، ان کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ کبھی بھی لید بھرا اصطبل صاف نہ کر پائیں گے۔ کبھی بھی بھاری چٹان کو پہاڑی کی چوٹی تک نہ پہنچا پائیں گے۔ اور ہمیشہ سانپ سیڑھی کے لھیل میں اڑدے کا ترلقمہ بنتے رہیں گے۔

دیو مالاؤں میں جہاں عقوبتیں ہوتی ہیں وہاں کامیابی کی داستاںیں بھی ہوتی ہیں، وہاں نوسروں والی چڑیل کو شکست دینے کی کہانی بھی ہوتی ہے۔ ان دیو مالاؤں میں پاکستانی شاعر فیض احمد فیض جیسے کردار بھی ہوتے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں کہ ایک لم یزل حرف اور حقیقت یہ بھی ہے کہ انسانوں کو اپنی زندگی خود بنانے کا حق ہے، ان میں زمینی خداؤں کی حکم عدولی کی ہمت ہوتی ہے۔ ایک حرف لم ازل انہیں یہ سکھاتا ہے کہ خدا ہر مظلوم کو دوستِ قاتل کو جھٹک دینے کی توفیق بھی عطا کرتا ہے، اور ہمت کفر اور جرائمِ تحقیق بھی بخشتا ہے۔ یہ حرف لم یزل یہ بھی سمجھاتا ہے کہ انسانوں کی بقا اسی میں ہے کہ وہ ہر ملک اور ہر وطن کی سیاست کو مذہب سے الگ رکھیں، تاکہ کوئی کسی کی بھی تکلیف نہ کر سکے۔ یہی وہ حرف لم یزل ہے کہ جس کے بارے میں فیض نے عوام سے کہا تھا کہ، ”اٹھو کہ اس حرف لم یزل کے ہمیں تمہیں بندگان بیکس، علیم بھی ہیں خیر بھی ہیں، بشیر بھی ہیں نظیر بھی ہیں۔“

ہم جس دیو مالا کے خواب دیکھتے ہیں اس میں پاکستان کے عوام کو فتح مند دیکھتے ہیں۔ ہماری دیو مالا میں یہ لکھا ہوگا کہ جب پاکستانی جمہوری جدوجہد میں جم سرفروشاں اٹھا تھا تو وہاں زمینی خداؤں پر دارورسن کے لالے پڑ گئے تھے۔ ہماری دیو مالا میں زمینی خدا سرگوں ہوں گے اور عوام سرخرو۔ جب تک آس میں آس اور سانس میں سانس ہے ہم یہ خواب دیکھتے رہیں گے۔